

لہجہ لکھنؤ

”تسخیر رو کیوں رہی ہو؟“ عطرز کی جو میڈیکل سے کچھ دیر قبل ہی لوٹا تھا اسے زور و شور سے روتا بلکتا دیکھ کر اس کے کمرے میں داخل ہو کے وجہ دریافت کرنے لگا۔
”آپ کب آئے؟“ گھٹنوں سے سر اٹھائے تسخیر رضائے گڑبڑا کر استفسار کیا تھا۔



”جب تم ارد گرد سے بے نیاز ہو کر رونے میں مگن تھیں میں اسی وقت آیا ہوں۔“ عطرز کی نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کین کی گرسی پر براجمان ہوتے ہوئے کہا تھا۔
”وہ..... امی نے مجھے ڈانٹا ہے۔“ تسخیر بتاتے ہوئے پھر رونے لگی۔
”تو اس میں رونے کی کیا بات ہے پاگل میری مٹا بھی مجھے میری غلطیوں پر سرزنش کرتی ہیں۔“ عطرز کی نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

”عطر بھائی! آپ تو جانتے ہیں میری امی سوتیلی ہیں وہ ہمیشہ مجھے ڈانٹتی ہیں پرسوں تو انہوں نے میرے ہاتھ بھی جلانے تھے۔“ وہ اس کی ہمدردی پا کر مصومیت سے بتانے لگیں۔
”کیا؟“ عطرز کی کو صدمہ ہوا تھا۔

”دکھاؤ مجھے۔“ عطرز کی نے اپنائیت سے اس کے ہاتھ تھامے ماچس سے جلانے کے متحدہ نشان دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ اس کے سپید ہاتھوں کو نہایت بے دردی سے جلایا گیا تھا۔ عطرز کی نے ترحم بھری



نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
 وہ hsc کر چکی تھی مگر اس کی سوچ بالکل بچوں جیسی تھی۔ نرم و نازک اور نہایت فرمانبردار تھی وہ پھر بھی اس کی سوتیلی ماں کو اس پر ذرا بھی ترس نہیں آتا تھا وہ اس کی مظلومیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے اکثر تشدد کا نشانہ بنایا کرتی تھی۔ عاطر زکی کو شروع سے ہی تسخیر رضا سے ہمدردی تھی اور کب اس کی ہمدردی پسند میں بدل گئی، وہ یہ بتانے سے قاصر تھا۔ تسخیر اپنے امی ابو کے ساتھ پچھلے آٹھ سالوں سے عاطر زکی کے گھر ریٹ پر رہ رہی تھی۔
 ”تسخیر! تم نے اپنے ابو کو کیوں نہیں بتایا؟“ عاطر زکی نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔
 ”وہ.....! عاطر بھائی! امی نے کہا ہے کہ ابو کو بتاؤں گی تو میرا چہرہ جلادیں گی۔“ وہ ڈرتے ڈرتے بتانے لگی۔
 ”چندہ! اب امی ایسی حرکت کریں تو مجھے بتانا۔“ عاطر نے اپنائیت سے کہا تھا۔
 ”عاطر بھائی پھر وہ آپ کو جلادیں گی۔“ تسخیر نے اپنے ہاتھوں کو ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے نہایت معصومیت سے کہا تھا۔
 ”نہیں جلائیں گی! اب تم پریشان نہ ہو اور اب مجھے لازمی بتانا۔“ وہ اسے تاکید کرنے لگا اور اپنے فرسٹ ایڈ بکس میں سے اونٹنامنٹ اسے تھما کر اپنے پورشن میں جانے کے لیے زینے طے کرنے لگا۔

☆.....☆

ناٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ بیڈ پر دراز تسخیر کے متعلق سوچنے لگا۔ اس میں اپنی عمر سے کم عقل تھی۔ بات بات پہ آنکھیں بھیگ جایا کرتی تھیں وہ اس سے تین سال چھوٹی تھی مگر وہ اسے چھوٹی بچی ہی لگتی تھی۔ کچھ وقت بیڈ روم میں گزار کر وہ برآمدے میں آیا تو ماما اور تسخیر باتوں میں مصروف تھیں وہ اس کے پورشن میں آئی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے برآمدے کے دوسری جانب کھن پر بیٹھ گیا ماما اور تسخیر اس کی موجودگی سے بے خبر تھیں۔
 ”چچی جان عاطر بھائی مجھے بے حد اچھے لگتے ہیں۔“ وہ مزے سے بتانے لگی۔
 ”کیوں بھی ایسا کیا ہے عاطر میں؟“ چچی جان (عاطر کی ماما) نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔
 ”اوہو چچی جان! اتنے اچھے ہیں عاطر بھائی انہوں نے مجھے مرہم بھی دیا تھا امی نے جو میرا ہاتھ جلایا تھا اس پہ لگانے کے لیے امی جب بھی مجھے ڈانٹی یا مارتی ہیں وہ مجھے پچا لیتے ہیں بہت اچھے لگتے ہیں مجھے عاطر بھائی۔“ وہ دوبارہ چچی جان کو مزے سے بتانے لگی۔
 ”تسخیر! عاطر تمہیں اتنا ہی پسند ہے تو تم دونوں کی بات طے کر دوں؟“ ماما نے مذاق میں ہی اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ وہ سرخ پڑ گئی اس کی نگاہ بے ساختہ مسکراتے عاطر پہ اٹھی تھی۔ وہ جھپاک سے زینے کی جانب بڑھی تھی اور اپنے پورشن میں چلی گئی۔ عاطر محبت بھری نظروں سے ماما کو دیکھنے لگا۔

☆.....☆

”چچی جان..... چچی جان کہاں ہیں آپ؟“ وہ پھولی ہوئی سانسوں کے ہمراہ چچی جان کے پورشن میں آئی تو وہ اسے نظر ہی نہیں آئیں بیڈ روم میں آ کر اس نے انہیں متعدد بار پکارا تھا جب اس کی نگاہ بیڈ پر اونٹنامنٹ کے ڈائجسٹ پر پڑی۔ وہ اسے اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔ اسی وقت چچی جان تو لیے سے ہاتھوں خشک کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔
 ”کیا ہوا تسخیر بیٹا! تم اتنی آوازیں کیوں دے رہی تھیں؟“ چچی جان نے گھبرا کے استفسار کیا۔
 ”وہ چچی جان امی سو رہی ہیں تو میں چپکے سے آ گئی۔“ وہ بیڈ پر بیٹھ کر بتانے لگی۔ اس کی نگاہ ”ردا ڈائجسٹ“ پر

مرکز تھی۔

”چچی جان یہ کیا ہے؟“ اس نے ماہنامہ ”ردا“ کی جانب اشارہ کیا۔
 ”بیٹا یہ ڈائجسٹ ہے اسے پڑھنے سے شعور آتا ہے۔“ چچی جان صوفے پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔
 ”اچھا میں اسے لے جاؤں؟“ تسخیر نے اجازت طلب نظروں سے چچی کی طرف دیکھا تھا جو ڈائٹ چکن کے شلوار سوٹ میں بے حد گرلیں قل سی لگ رہی تھیں۔
 ”بیٹا یہ والا تو میں پڑھ رہی ہوں! ایسے بہت سارے ہیں میرے پاس تم ان میں سے لے جاؤ۔“ انہوں نے ایک جانب اشارہ کیا اس نے تین شمارے اٹھائے سرورق نے اسے بے حد متاثر کیا تھا۔
 ”چچی جان جب میں اسے پڑھ لوں گی تو دے جاؤں گی۔“ تسخیر نے چچی جان کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”بیٹا دے جانا۔“ چچی جان نے اجازت دے دی اور وہ ڈائجسٹ لیے اپنے پورشن میں آ گئی۔ وہ دو ڈائجسٹ بیڈ کے نیچے چھپا چکی تھی۔
 ”اے لڑکی کیا کر رہی ہے؟“ وہ ورق گردانی میں اس قدر منہمک تھی کہ اندازہ ہی نہیں ہوا کب امی آ گئیں۔
 ”وہ..... وہ.....! میں پڑھ رہی ہوں۔“ اس نے ڈرتے ہوئے بتایا۔
 ”کیا پڑھ رہی ہے؟“ انوری بیگم نے ڈائجسٹ چھینتے ہوئے کہا۔
 ”یہ کیا ہے؟“ انوری بیگم نے اسے گھورا تھا۔
 ”یہ ڈائجسٹ ہے۔ امی اسے پڑھنے سے شعور آتا ہے۔“ وہ معصومیت سے بتانے لگی۔
 ”شعور آتا ہے؟ بڑی آئی شعور والی! مجھے یہ سب سکھا رہی ہے؟ ابھی اس موئے ڈائجسٹ کو جلاتی ہوں۔“ وہ ڈائجسٹ لیے کھن کی جانب بڑھیں۔
 ”نہیں امی مت جلا میں اسے، آپ مجھے جلادیں مگر اسے نہیں۔“ وہ منت کرنے لگی اور ان کے ہاتھوں سے ”ردا“ لے لیا۔
 ”اب تو بدتمیزی پر اتر آئی ہے۔“ انہوں نے اس کے نرم و نازک گالوں پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ ڈائجسٹ اس کے منہ پر مار کر تن ٹن کرنی اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

☆.....☆

”عاطر بھائی! آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟“ وہ تین تھامے نوٹس پر جھکا ہوا تھا جب ہی وہ اسٹڈی میں آ کر استفسار کرنے لگی۔
 ”میرے پیپر ہونے والے ہیں اسی کی تیاری کر رہا ہوں۔“ نوٹس سے نظریں اٹھا کر عاطر نے بتایا تھا۔ وہ لیسن دوپٹہ ٹرٹ اور ڈائٹ ٹراؤزر کے ہمراہ بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ اس نے اس کے سر پہ پر نگاہ ڈالی اور ٹھٹھک سا گیا۔
 ”تسخیر! تم نے تو بے حد اچھی ڈریسنگ کی ہوئی ہے۔“ عاطر سراپے بنا نہ رہ سکا۔
 ”تھینک یو عاطر بھائی! آپ کو پتہ ہے ڈائجسٹ کی ایک کہانی میں ہیر وٹن نے ایسے کپڑے پہنے تھے مجھے بے حد اچھا لگا۔ امی نے مجھے یہ ٹکرا کر دیا تو میں نے ویسے ہی بنا لیے اس پر امی نے مجھے بہت ڈانٹا۔ میں نے لیے کیوں بنائے۔“ وہ منہ بنا کر بتانے لگی۔
 ”اچھا اپنا موڈ خراب مت کرو ڈائجسٹ میں پڑھنا اور ایسے ہی ڈریسنگ کرنا۔“ وہ اسے مشورہ دینے لگا۔

”ٹھیک ہے عاطر بھائی۔“ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”عاطر بھائی! میرا دل کرتا ہے پڑھنے کا۔“ اس نے مصمومیت سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

”تم واقعی پڑھنا چاہتی ہو؟“ عاطر نے ٹوس بندے کے اور اپنی تمام تر توجہ اس کی جانب مبذول کر لی تھی۔

”جی میں پڑھنا چاہتی ہوں مگر یہ تو ناممکن ہے۔“ تنخیر نے کہا تھا۔

”کیونکہ میں ناممکن نہیں ہوں اسے ممکن بنایا جاسکتا ہے۔“ عاطر نے کالی منہوا نکھیں اس کے چہرے پر مرکوز کی تھیں۔

”پر کیسے ممکن ہے؟“ تنخیر رضائے اچھے ہوئے کہا تھا۔

”میرے ایک دوست کے والد گرامی کا بیٹا تھا اور وہ غلبہ دار کراؤں کا۔“ عاطر نے

نے تمام معلومات اس کے گوش گزار کیں۔

”عاطر بھائی! کالج جانوں گی تو ای مجھے ماردیں گی۔“ اس نے شہر رضا مندی سے کہا۔

”تمہاری اسی کو پتا نہیں چلے گا میں انکل کو کہہ دوں گا کہ تم صرف پچھڑی کالج میں جاؤ گی تمام آفس ورک

میں کراؤں کا تمام بچہ زبلاؤں کی ذمہ داری سہری ہوگی۔“ تنخیر نے لادوں کا جب میں منہ نیکل سے

دوہ میں کچھ ٹانگہ میں آؤں گا تم کاشیں لے آنا میں پڑھاؤں گا باقی مضمون میں تم موا سے مدد لے لیں۔“

وہ تمام جان بٹانے لگا۔

”عاطر بھائی! آپ بہت اچھے ہیں آپ نے تو مضمون میں مسئلہ حل کر دیا۔“ وہ خوش ہو کر کہنے لگی۔

”اچھا تم جاؤ میں پڑھاؤں آپ سے تم بھی میری طرح پڑھانی کرنا۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوا اور وہ خوش خوش

اپنے پر تن میں آ گئی۔

☆.....☆

وہ بے انتہا خوش تھی اس کا کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ وہ اب لی کام پارت وین کی طالب تھی۔

”ادھر آ لڑکی ذرا میرے ہیرو تو دبا بہت درد ہو رہا ہے جب تک زبان سے نہ کہو بات تو سمجھ میں آتی

نہیں ہے۔“ انوری بیگم سے کہنے سے پہلے دیکھ کر درد سے گراہنے کی اداکاری کرنے لگیں۔

”اچھا امی۔“ وہ سلائی مشین سائیڈ پر کر کے ان کے ہیرو دبانے لگی۔ پاؤں دیواتے دیواتے ان کی نگاہ

ساختہ اس کے ہاتھوں پر گئی تھی۔

”یہ تجھے مہندی کس نے لگائی؟“ انہوں نے اسے مگھرتے ہوئے استفسار کیا۔

”امی میں نے خود لگائی ہے۔“ تنخیر انہیں اپنے ہاتھ دکھانے لگی۔

”اب لگائی ماں تو ہاتھ توڑ دوں گی تجھے مہندی لاکر کس نے دی؟“ انوری بیگم نے غضبناک آنکھوں

اسے مگھرتا تھا۔

”امی! چچی جان لگا رہی تھیں تو میں نے آئی اور خود لگائی۔“ وہ بتانے لگی وہ دیکھ رہی تھیں سہی سہی رہنے

تنخیر اب ان کی باتوں کا صحیح طرح سے جواب دیتا تھی۔

”سنج کیا ناں میں نے تجھے ان حوائی ماں بے میں نہ گھسا کر تجھے میری بات سمجھ نہیں آتی؟“ وہ بیٹھ

اچکا کر استفسار کرنے لگیں۔

”آپ کو لگاؤں امی مہندی؟“ وہ اشتیاق بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

”پچھلی والی مگھرتی تھی چچی جان پہنچتی ہیں تو بوجہ مکرار مان ہیں کہ ختم ہی نہیں ہوتے۔“ وہ فی

رانا ڈائجسٹ 34 اپریل 2015

کہنے لگیں وہ تو شکر تھا کہ چچی جان اسکول پڑھانے لگی تھیں اور عاطر کی منہ بیکل پر تھا۔

☆.....☆

”چچی جان! اوکھیں میں نے کیسا سوٹ پہنا ہے؟“ وہ چچی جان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”میری گڑباہے سد پیاری لگ رہی ہے۔“ چچی جان نے بے حد پیار سے کہا وہ ستاروں سے بنایا ہوا کام کا

سوٹ پہنے ہوئے تھی۔

”چچی جان میں نے خود اس سوٹ پہ کام کیا ہے۔“ وہ بتانے لگی۔ بلیک کاشن کے ڈریس پر پینک ستارے اور

سوتیلے کاشن نے بے حد مہارت سے بنایا تھا۔

”واپسی! چچی جانے تنخیر سے استفسار کیا۔

”جی چچی جان۔“ اس نے کہا۔

”بے حد پیارا بنایا ہے تم نے اور ماشاء اللہ تم میں سیدہ ملتی آ گیا ہے۔“ چچی جان نے اسے بخور دیکھتے ہوئے

کہا تھا۔

”چچی جان! انکشاف اچھا ہوتا اگر آپ میری امی ہو تیں آپ بہت اچھی ہیں۔“ وہ محبت سے کہنے لگی۔

”تم بھی بے حد اچھی ہو چچا اپنے نام کی طرح بے حد پیاری ہو۔“ چچی جان کہنے لگیں۔

”اچھا چچی جان میں چاری ہوں ورنہ ای ڈانٹیں گی۔“ وہ یہ کہہ کر زینہ طے کرنے لگی۔ چچی جان نے

مسکراتے ہوئے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ کچن کی جانب جانے بنانے کی غرض سے بڑھی تھی کہ انوری بیگم نے اسے حیران آنکھوں سے دیکھا تھا۔

”اے لڑکی ادھر آ۔“ وہ ٹیکہ اتارتے ہوئے گویا ہوئیں۔

”یہ سوٹ تو نے کیا ہے؟“ وہ اس کے سر اے کو غور سے دیکھنے لگیں۔ وہ اسے گھر میں بند رکھنا چاہتی تھیں

تاکہ وہ کچھ سمجھ نہ جائے خود بوجہ اولاد میں اس کی خوشی انہیں ناگوار گزرتی تھی انہیں تنخیر کا سلیقہ ایک آکھ نہ

بھایا تھا۔

”جا کر کپڑے بدل۔“ وہ اسے خوشوار نظروں سے مگھرتے ہوئے بولیں۔

”کیوں امی یہاں نہیں لگ رہا؟“ آنکھوں میں تنخیر نے مصمومیت سے گویا ہوئی۔

”میں نے کہا ناں جا کر کپڑے بدل کر آ۔ بہت سوال جواب کرنا سمجھ گئی ہے چچہ جلاؤں گی جب تیری عقل

کھلنے پڑے گی۔“ وہ اس کی چپٹے پر تنخیر سے ہونے گویا ہوئیں۔

وہ جب کپڑے پہن کر آئی تو انوری بیگم نے اسے نظر آتلی کر ڈالا جو اس نے اسے دل سے سنا تھا وہ

کھس کر وہ لگی مگھرتی تھیں۔ انوری بیگم اس کے رونے کا انتظار کرنے لگیں اسے زبلا کر ان کے دل کو سکون آتا

تھا۔ اس کے نہ رونے کی وجہ سے وہ تپ اٹھیں اور بکتے بکتے اپنے کمرے میں گھس گئیں اور وہ چپ چاپ اپنے

بیلے ہوئے کپڑوں کو دیکھنے لگی۔

☆.....☆

دن ایک رفتاری سے گزرتے تنخیر کے ایجنڈا حریف لے آئے تھے۔

”عاطر بھائی! اب تو میرے بچہ نہ ہونے والے ہیں۔ میں کیسے بچہ زبلاؤں گی؟“ غمزدی پر ہاتھ رکھے اس

نے پڑھانے عاطر کی سے استفسار کیا تھا۔

رانا ڈائجسٹ 35 اپریل 2015

"تم پریشان نہ ہو بس پڑھائی کرو۔" عاقل نے اسے منور دیکھتے ہوئے کہا۔

"عاقل بھائی! ای کو چاند چلے وہ دوا دلا دیا میری گی۔" وہ دوسوٹ میں سلیپ سے دوپٹا لٹوے کہنے لگی۔
واقعی اس میں کافی حد تک رکھ رکھاؤ اور لپیٹ آگیا تھا۔ اس نے دل میں "دوا" کا شکریہ ادا کیا۔ عاقل خود بھی بے حد ڈیپ سیٹ پرستانی کا مالک تھا۔ 6 فٹ ہائٹ، کندی رنگت، ستواں ناک، ذہانت سے مگر پور کالی آنکھیں، کالے سیاہ بال اس کی کشادہ پیشانی کو چھوتے تھے بے حد جاذب نظر تھا۔ بہت سی لڑکیاں عاقل زکی کے خواب کی تصویریں دیکھ کر اس کی کشادہ پیشانی پر دھڑکنے لگتی تھیں۔ وہ کراچی کو منور دیکھتا تھا۔ عاقل زکی ایم بی اے کر رہا تھا۔ آف ہونے کے بعد وہ اپنے دوست کے والد کے ساتھ ایک اسٹور گھانا پورا وقت دیتا تھا۔ عاقل زکی ایم بی اے مکمل کرنے کے بعد قیصر رضا کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ کیونکہ قیصر نے اس کے دل میں سیرا کر رکھا تھا۔ وہ کسی اور ہی دنیا میں گویا ہوا تھا۔

"عاقل بھائی کہاں کھو گئے؟" قیصر نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرائے۔

"کہیں نہیں! اچھا تم جاؤ جا کر سوالات حل کرو۔" اس نے گھبراہٹ سے کہا۔

"کل یہ تمام question حل کر کے مجھے چیک کر دانا۔" قیصر نے سنجیدگی سے کہا۔
"نہیں؟" unsolve سے تھمتے ہوئے گویا ہوا۔

"جی عاقل بھائی! جب باہر جاتی ہیں میں اس وقت جی جان سے بھی پڑھتی ہوں۔" وہ اسے بتاتے ہوئی۔

☆.....☆

خلاف معمول آج انوری ٹیکہ کا سوز بہہ رہا تھا۔ وہ چارپائی پر بیٹھی بڑی بھاری تھیں۔ عاقل زکی جو کچھ دیکھ کر قیصر کو
یونیورسٹی سے لوٹا تھا انہیں کام میں لکھ کر کہیں سہنے کی کڑی پر پڑھا تھا۔

"السلام علیکم خالہ جان! ایسی ہیں آپ؟" کف لکھنے لگاتے ہوئے وہ گویا ہوا۔

"وہیکم السلام! آخریت، تم میری خیریت دریافت کر رہے ہو طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" بڑی کانتے ہاتھ
روک کر انہوں نے ٹیکہ اٹار کر استفسار کیا۔

"خالہ جان! طبیعت تو ٹھیک ہے اور رہا خیریت دریافت کرنے کا سوال تو آپ مجھے نظریں اتھام آتی ہیں۔
آپ اس قدر گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہیں جب میں کمر آتا ہوں آپ سے ملاقات ہی نہیں ہو

ہے۔" عاقل زکی نے بات بٹائی۔

"چل جانے دے مجھے مسکن لگا۔" وہ دوبارہ بڑی بٹانے لگیں۔

"خالہ جان! مجھے ایک بات کرنی ہے۔" عاقل زکی نے انہیں منور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کی ناں ملی تھیلے سے باہر دوسری بیڈوں آ کر تجھے میری خیریت پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آ
ہل جو کہنا ہے کہ سب بڑا دھماکا تھا۔" وہ طعنے لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"خالہ میری پوچھو طبیعت خراب ہے آپ تو عیاشی ہیں وہ تو کمری مر رہی ہیں بلڈ پریشر بھی بے حد بڑھ
ہے دونوں شادی شدہ بیٹیاں تو شہر سے باہر رہتی ہیں۔" قیصر نے انہیں بے حد دوسرے کی وہ ان کا دھیان رکھنے

اگر آپ اجازت دیں تو وہ قیصر کو کچھ دن کے لیے رکھنا چاہ رہی ہیں تو کہتے ہیں مگر کیا فائدہ اپنے کا ہونا تو ضرور
ہے ناں۔" تمام باتیں کہہ کر عاقل نے انوری ٹیکہ کی طرف دیکھا تھا جو بری بری شکلیں بنا کر اسے گھور رہی تھیں۔

"تمہاری اماں کیوں نہیں چلی جاتیں؟ آخر کو بھانج (بھانجی) ہیں ان کا فرض بنتا ہے۔" وہ گویا ہو گئیں۔

"مما تو چاہ رہی ہیں جانا مگر ان کے اسکول میں بھیچہ زور ہے ہیں اور وہاں سے اسکول بہت دور ہے۔"

آپ کی مرضی ہے آپ کی اجازت کے بغیر قیصر جائے گی نہیں ویسے پوچھو کہہ دی تھیں وہ تم بھی دیں گی! اچھا
خالہ میں چلا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سن لو کہ اگر تمہاری پوچھو چوٹی ہی چار ہیں تو لے جاؤ قیصر یہاں کام کاج کی تو ہے نہیں! مہینہ دو مہینہ
جتنا کہیں مجھے پروا نہیں ہے۔" وہ بڑی کانٹا کر اٹھائے مکان کی جانب بڑھ گئیں۔ جبکہ عاقل کے چہرے پر بے
سادہ مسکراہٹ گھڑی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے خالہ میں قیصر کو آج سما کے ساتھ پوچھو کے گھر بھیج دوں گا۔" وہ یہ کہہ کر زینے کی جانب
بڑھ گیا۔

کمرے میں بیٹھی قیصر رضا اس کی بے حد مشکور تھی کیونکہ برسوں اس کے بی کام پارٹوں کے بھی نہ شروع
ہونے والے تھے۔ اسی وجہ سے عاقل زکی نے انوری ٹیکہ سے قیصر کو پوچھو کے رکھنے کی اجازت طلب کی تھی۔

قیصر رضا عاقل زکی کی پوچھو کے گھر رہ رہی تھی۔ عاقل کی پچھو بے حد اچھی تھیں وہ متعدد بار چچی جان کے
گھر ان سے مل چکی تھیں۔ اب تک میں اس کے بھیڑتے تھے۔ عاقل تمام بھیڑ میں اسے کالج چھوڑا تھا اور بھیچہ ختم
ہونے کے بعد وہ اسے پوچھو کے گھر ڈراپ کر دیتا تھا۔

☆.....☆

آج موسم میں خشکی تھی۔ وہ پھر دے کر باہر آئی تو ہیٹ کی طرح عاقل کو کوا انتظار پایا۔

"عاقل بھائی آپ بے حد اچھے ہیں آپ میری اس قدر مدد کر رہے ہیں۔" وہ اس کے پاس آ کر کہنے لگی۔

"میں چاہتا ہوں تم بے حد آگے جاؤ اپنی تمام خواہشیں پوری کرو۔" وہ ہانگ پارک لکھ کر اسی سے نکلتے
ہوئے گویا ہوا۔

"اس کیس کریم کھاؤ گی؟" عاقل نے استفسار کیا قیصر نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ اس کے لیے پاپ کون
خرید لگا۔

"تم دو روز اور پوچھو کے گھر رہنا میں برسوں امی کو لینے بھیج دوں گا۔" وہ اسے پاپ کون چھاتے ہوئے
کہنے لگا۔

"ویسے مجھے پاپ کون بے حد پسند ہیں۔" وہ اسے اشتیاق سے بتاتے لگی۔

"مجھے پتا ہے۔" عاقل زکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پاپ کون ختم کرنے کے بعد وہ ہانگ اشارت
کرتے لگا۔ عاقل زکی کے ساتھ وہ ہانگ پر بھیڑ کے سبب قیصر تھی اسے بے حد عجیب محسوس ہوتا اگر ای اسے

عاقل کے ساتھ دیکھ لیں تو اسے جان سے مار دیتیں۔ وہ یہ سوچ کر کانپ کر رہ گئی عاقل نے اسے پوچھو کے گھر
چھوڑ کر میڈیکل کانسٹنٹ کیا تھا۔

☆.....☆

دونوں کے بعد وہ چچی جان کے گھر لکھ کر آگئی۔ وہاں وہ کس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ پوچھو بے حد مشکور
خانوں میں اور ان کی کوک لگ بے حد اچھی تھی۔ وہ مکان میں کاموں میں مگن تھی۔ امی چارپائی پر بیٹھا اسے کام کرنا

ہواؤ کھڑی تھیں۔
"لو کی ایک سیٹ بعد آئی ہے تو مجھے جاؤ جو نیلے دکھائی ہے؟" انوری ٹیکہ نے طعنے لگے میں کہہ

"نہیں ای! آپ غلط سمجھ رہی ہیں اس کی تو کوئی بات نہیں ہے۔" قیصر نے چائے کا پانی چہلے پر رکھتے

ہوئے رسائیٹ سے جواب دیا۔

"اب میں ملنا بھی سمجھنے لگی؟ تو مجھ سے زبان چلائے گی ان دونوں ہمدرد ماں بیٹے کی وجہ سے تو تو اتنا بڑھ گئی ہے میں تو کب کا یہ گھر چھوڑ دوں مگر میرے باپ کی اتنی ادنیٰ کہاں ہے جو زیادہ کر دے سکے وہ تو ماسٹرنی کا اللہ بھلا کرے جو اتنا کم کر دے لگتی ہے۔ آٹھ سالوں سے میں یہاں رہ رہی ہوں اس کا فرض پڑتا ہے ہمارے ساتھ رہنا عایت کرنے ہم کوئی احسان ٹھوڑی کر رہی ہے۔" انوری نے کلم خود سے سوال جواب کرنے لگیں۔

"ای ای آپ کا سردار باڈوں؟" وہ چائے کالک چار پانی پر رکھتے ہوئے گویا ہوئی۔
"نہ چھ کیوں رہی ہے تجھے ہریات بتانی پڑے گی؟" وہ اناس پر شروع ہو گئی تھیں اور وہ ان کا سردار بن گئی۔

جب وہ شکر لے کر ہار پانی کی بوتلی کو من میں چار پانی پہنچا ہوا پلاسٹک سسٹن پانی چلی اسے گھور رہی تھیں۔
"کتنے مہنگے پکڑے تیرے پاس کہاں سے آئے؟" وہ ناگواری سے استفسار کرنے لگیں۔
"ای ای یہ اور دو جڑے عاظر بھائی کی بھوپھو نے بنا کر دیے ہیں آپ کو دکھائے تو تھے۔" وہ توجہ سے بال خشک کرتے ہوئے بتاتے گئی۔

"عاظر کی بھوپھو تھیں؟ کچھ زیادہ ہی مہربان نہیں ہو گئیں چاکر الماری میں رکھاب یہ تمام پکڑے بے نظر آتی تو آگ لگا دین کی جو میں لا کر دوں وہی پہنا کر دینا تمام بہت برا ہو گا۔" انوری نے ہنگام سے آٹھیں دکھاتے ہوئے گویا ہو گئیں۔

"ای ای آپ کو میرے تمام اچھے پکڑے اس قدر برے کیوں لگتے ہیں؟" تنغیر کے استفسار کرنے کی دیر تھی انوری نے تنگم نے اس کی نرم دناؤں کاٹھنی مروڑنے میں لوم بھی نہیں لگایا تھا۔
"اب اگر تو نے مجھ سے زبان چلائی تو زبان مٹھ لوں گی۔" وہ ٹیپڑ رسید کرتی وہ کرے میں کھس گئیں۔
دو تنغیر لگا ہوں۔ ستہ انہیں جانا ہوا دیکھنے لگی اس وقت اسے اپنی کئی ماں کی شدت سے عموں ہوئی گی۔

☆ ☆

وہ آج شام کے ناشتے پر اہتمام کر رہی تھی اس نے فریج فراز، سیٹو وچ اور کھس بنائے تھے۔ وہ یہ سب پکیا جان کو بھی دے آئی تھی جب وہ کرے میں دسترخوان بچانے لگی تو انوری تنگم نے اسے سر تا پا بند کر دیا تھا اس میں بے طرح سلیقہ آ جا رہا تھا۔ انہیں اس کا سلیقہ ایک آنکھ نہ بھایا۔

"ای ای دسترخوان پر تنگم میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ ہوا زماں لگاتی ای سے کہنے لگی۔
"کس بنا ہوا تو نے لڑکی؟" وہ کھس میں مڑا لگتے ہوئے کہنے لگیں۔
"کھس بنائے ہیں ای بھوپھو نے مجھے سکھائے ہیں۔" وہ چائے دسترخوان پر رکھ کر کہنے لگی۔

"ہو گئے حیرے چاؤ چھٹے شروع ہوا ہی بیکار بنایا ہے تو نے یہ سوا کھس۔" وہ حیرے ہار کھس کھاتے بھرہ کرتی چارہ تھیں۔ انہیں کھس بے حد پسند آتے تھے مگر وہ ہمیشہ اس کا دل جلاتا پانہ فرض سمجھتی تھیں۔ پلٹ غالی کر کے ہاروں سے ہاتھ صاف کر کے وہ اندھ کھڑی ہوئیں۔

"آٹھ وہ یہ سب کیوں چیزیں بنائیں تو تیرا حشر بگاڑ دوں گی۔" حیرے باپ کی اپنی آدنی نہیں کہتو یہ نت نئے ڈھکولے کرتی پھرے۔ آٹھ وہ ہو جائیں گے تو تو لائے گی؟ کوئی کن تو تھیں ہیں ہے نہیں کم از کم کھاتے شکاری ہی سمجھ لے۔" وہ اسے گھور لی آگ گول ہو رہی تھیں۔

"ای ای اپنے گھر کے مالی حالات سے میں باخبر ہوں واقف ہوں اور اسے مد نظر رکھتے ہوئے تمام چیزیں استعمال کرتی ہوں آپ اس معاملے میں بالکل بے فکر ہیں۔" چائے کا گھونٹ بھری تنغیر دھانے رسائیٹ سے جواب دیا تھا۔

"اب تو زبان چلائے گی؟" سوال کا جواب دینا سکھ گئی ہے؟ اگر یہ تمام چھٹے کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنے سسرال جا کر کرنا انوری کے گھر میں یہ سب ڈرامے نہیں کھیلے گئے۔ وہ اسے ایک ٹیپڑ رسید کرنے کے ساتھ ساتھ چھٹے پکڑے زیادہ دارو موکو کا جڑے کئی جھپٹی کرے سے کھل گئیں۔
"یہ گھر تو پکی جان کا ہے۔" آٹھ صاف کرتے وہ یہ سوچ کے سرکادی۔

☆ ☆

"انوری شادی میں چلو گی ناں؟" وہ چار پانی پہنچی ای کے پاؤں دبا رہی تھی۔ جب ہی پکی جان کرے میں داخل ہوئیں۔

"نہیں آپا! بھلا میں کیسے جاؤں گی میرے بچوں میں بے تحاشہ تکلیف ہے۔ اب اسے ہی دیکھو جب تک زبان سے نہ کہو پاؤں ہاتھ دہائی نہیں۔ ایک دم ہی ہے۔" وہ تنغیر کو آٹھیں دکھاتے بے بسی کی تصویر بنے گویا ہوئیں۔

"اچھا تم نہ جاؤ تنغیر کو بھیج دو اس کا بھی تمہارا دل بہل جائے گا۔ سارا سارا دن گھر میں رہتی ہے اور عاظر بھی چار ہا ہے کون سا بہت دور شادی ہے تنگم کی شادی ہے۔" پکی جان محبت بھرے لہجے میں کہنے لگیں۔

"آپا! کہہ تو تم تنگم کی رعب ہو تنغیر کو تو میں بھیج دوں مگر ابھی ہاڑی چڑھاتی ہے۔" انوری نے تنگم سے روکنے کی سعی کرتے لگیں۔

"ای ای اکھا تو میں نے بنایا ہے۔" تنغیر نے مصمومیت سے جواب دیا۔ انوری نے تنگم سے آٹھیں دکھائے لگیں۔
"تنغیر بیٹا چاؤ جا کر تیار ہو جاؤ ایک کھٹے میں نکلتے ہیں۔" پکی جان اسے ہدایت دیتی کرے سے کھل گئیں۔ انوری نے تنگم نے نہایت پیش میں آ کر اسے چار پانی سے دھکا دے دیا۔

"تیری اتنی حال تو مجھے جھلائے گی؟ تیری اتنی محبت کیسے ہوئی۔ آج میں تیری جان لے لوں گی۔" وہ دیر سے کی طرح اس پر جھپٹی تھیں۔ چار پانی سے کرنے کے سبب اس کی کافی چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ اس کی نیلی آنکھیں جھپٹنے لگی۔

"انگی اور ای وقت میری نظروں کے سامنے سے دھن ہو جاؤ نہ تو آج میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گی۔" وہ سفاکی سے کئی مسلسل اسے پھٹ رہی تھیں۔ تنغیر بھاگ کر دوسرے کمرے میں بند ہو گئی آٹھ کے کمرے ہی نہیں رہے تھے۔ خون آلود ہاتھوں کو صاف کرتے وہ الماری کی طرف دوڑی تھی مگر جانے وہ کون سا بند پتا جس کے تحت وہ شادی میں جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ وہ تیار ہو چکی تھی۔ بلکہ کین رنگ اس پر خوب سج رہا تھا۔ بلکہ پچھلے میک اپ اور سلیقے سے بال بنائے سو کو اور حسن کے ساتھ وہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

"اما شاء اللہ بے حد چارہ لگ رہی ہو۔" پکی جان اسے یاد کرتے کہنے لگیں اور عاظر بھی سراہتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ مکمل پختہ انوری کین شرت مانی لگائے بے حد خوب رو لگا رہا تھا۔

"چلو چلو" پکی جان اسے مرنے لپے آگے کھینچنے لگیں۔ انوری نے تنگم مسلسل اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھیں۔ انہیں لگا تھا تنغیر نہیں جانے کی مگر ان کی منطبق کھوڑ سک رہا تھا۔ ہوئی تھی اسے اتنے اچھے پکڑوں میں

لیجوں دیکھ کر ان کا خون کھول اٹھا تھا۔ پورے فنکشن میں تھخیر کا سوا بے تماشآ تھا۔

"کیا ہوا تھخیر اس قدر اب سیت کیوں ہوا؟" عاظر اس کے سامنے سیت پر ہر اوجھان ہوتے ہوئے گویا ہوا۔
عاظر ذکی کے پوجنے کی درجہ کی اس کی نئی آنکھوں سے شپ شپ آنسو گرنے لگے۔ عاظر پریشان ہوا تھا۔
"تھخیر ایسے نہیں کرتے تم تو بے حد مضبوط ہو گئیں تھیں ہاں پھر بچوں کی طرح ری ایکٹ تو نہ کرو۔" عاظر ذکی نے اسے سمجھانے کی سی کی اس مضموم کو سمجھانے کے لیے عاظر ذکی کے پاس الفاظ ختم ہو جایا کرتے تھے۔ وہ خود کو بے اختیار بے بس محسوس کیا کرتا تھا۔
"کچھ نہیں عاظر بھائی ایسے ہی رونے آ گیا تھا۔" وہ رومال سے آنسو صاف کرتے کرتے بات آئی گئی کرنے لگی۔ عاظر کو علم تھا کوئی بچہ تو ضرور ہے مگر وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ فنکشن ختم ہونے کے بعد وہ چچی جان اور عاظر ذکی کے ہمراہ کھڑا آئی۔

انہیں آئے کچھ وقت ہی ہوا تھا چچی جان اور عاظر بھی اپنے پورشن میں جا چکے تھے جبکہ وہ ناشی نہیں پکڑی تھی۔ وہ ضرور ہی تھی جب ہی انوری بیگم نے اس کے کمرے کی بالوں کا پٹی گرفت میں لے لیا۔
"امی آپ کیا کر رہی ہیں؟" اپنے ہال ان کے کمرے سے چھڑانے کی تک وہ دودھ کرتی وہ کہنے لگی۔
"چچی امی جان تو اپنے ہمدردوں کے ساتھ شادی میں چلی گئی۔ میں نے بات بتائی تو مجھے جھٹلادیا۔ رک میں چھپتی ہوں۔" وہ اسے بری طرح بیٹھے لگیں۔
"امی! چھوڑیں مجھے شادی میں گئی امی آپ کا تھما کیوں لگ رہا ہے؟" وہ بالوں کو آڑا کرتے ہی استفادہ کرنے لگی۔ وہ نائنٹ جاب میں گئے ہوئے تھے اس لیے آج انوری بیگم کی سن پانچاں شروع ہو گئی تھی مگر وہ یہ بات فراموش کیے ہوئے تھیں کہ گھر میں دو اور لڑکیاں بھی موجود ہیں۔ شادی آواز سے چچی جان انور عاظر بھی بچے آ گئے تھے۔
"انوری! اپنی کو چھوڑ دو۔" چچی جان نے تیز آواز میں کہا تھا۔
"آپا تم یہاں سے چلی جاؤ میرے منہ نہ لگو۔" وہ خوشخوار لہجے میں کہتی اسے مار رہی تھیں۔
"خانا! تھخیر کو چھوڑ دیں ورنہ بہت برا ہو جائے گا۔" عاظر ذکی نے تھخیر کو ان کی گرفت سے آزاد کرانے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"تو کون ہوتا ہے چھٹا تک بھر کا لڑکا" مجھے اچھا اور براتے گا؟ تم دونوں ماں بیٹے نے ہی اسے بگاڑا ہے۔
وہ غصے سے نکلتی تھیں۔
"میں نے تمہاری بچی کو بگاڑا ہے تو چھوڑ کیوں نہیں دیتی۔ مگر کہیں اور جا کر رہ۔" چچی جان تپ اٹھیں وہ کبھی جھپک کرے میں نہیں تھیں۔ چچی جان نے اسے خود سے لگا کے تسلی دی۔ عاظر نے اس کے زخموں پر ہر مہر رکھے لگا۔ عاظر نے تھخیر کو اس حال میں دیکھا بہت مشکل ہو رہا تھا وہ خود پہنچا کیے اس کو سمجھا رہا تھا۔ اس مظلوم لڑکے سے اسے بے تماشآ محبت گئی جب لڑکے نے اسے روایا تھا اس نے کی جگہ اپلائی کیا ہوا تھا۔

☆.....☆

آج موسم کافی خوشگوار تھا۔ اٹھنے کے برتن دھو کر وہ راز ڈا بجسٹ پڑھنے میں مگن تھی۔ جب ہی امی کی بلے بانگ آواز اس کی سماعتوں سے گرائی گئی وہ دھل گئی۔
"بھئی تو یہی کرتا ماسٹر نے اپنے پیسے پھین (طریقے) تو جتنے سکھا دیے ہیں مگر جتنی من مانی کرنی پڑا کہ خراب تو ہوئی جا رہی ہے۔" وہ ہمیشہ انہی باتیں کرنے کی عادی تھیں۔ وہ اس کے صہین سراپے پر

روای کہہ رہی تھیں جو مردن لکڑی کا ڈھیر تھیں۔ ان کے ان کا دل جلا رہی تھی۔
"میں ڈرا بھائی کی طرف جا رہی ہوں تھو تو تھیں ہوگی نہیں کسائی کا حال ہی پوچھ لے۔" وہ مسلسل اس کو کھورتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

"امی! ابھی ایک ہفتہ پہلے تو مانی امی آئی تھیں جب بھی رو آتی ہیں بتاتا مجھ سے ہوتا ہے میں کرتی تو ہوں۔"
وہ ڈا بجسٹ ٹوکس پڑھتے ہوئے کہنے لگی۔
"چل چل رہے دے تو نہیں کرے گی تو تیرا ہاپ کرے گا۔" وہ نئی بلیو چادر کاٹوں کے پیچھے اڑتی ہوئی گویا ہو گئی۔

"چل میں جا رہی ہوں باڈی چڑھا لیا۔" وہ حکم صادر کیے جانے لگیں۔
"امی جلدی آئے گا۔" وہ راز ڈا بند کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو کیا میں دو گھنٹی وہاں ٹھہروں گی نا چوتھے بجے جلدی آنے کا کہہ دی ہے؟ جب دل کرے گا آؤں گی دماغ خراب نہ کر۔" اسے سلواتیں ستانی باہر نکل گئیں جبکہ وہ مگن کی طرف بڑھ گئی۔

☆.....☆

آج امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ گھر میں آرام کر رہے تھے۔ آج جاب سے انہوں نے پگھلی کر لی تھی۔ انوری بیگم نے شروع سے ہی رضامنا صاحب اور تھخیر کے درمیان ایک قاسم رواد رکھا تھا جسے پانے کی تھخیر نے بہت کوشش کی تھی۔ ایک تو رضامنا صاحب چار ٹشس ڈیکڑی میں جاب کرتے تھے اکثر نائنٹ میں کام کرتے تھے۔ تھخیر سنان کی ملاقات بے حد کم ہوتی تھی۔ وہ تھخیر اس کا حال پوچھ لیا کرتے تھے اور وہ ٹھیک ہوں کہہ دیا کرتی تھی اسے لگتا تھا وہاں کے ساتھ ساتھ باپ کو بھی کھینچتی ہے۔

ابو آرام کر رہے تھے امی ضرور ہی تھیں۔ وہ سوپ لے کر کمرے میں پہنچتی تو ابو لیٹے ہوئے تھے اسے دیکھ کر وہ بند سے ٹھیک لگا کر بیٹھ گئے۔ وہ تھخیر کو کہہ رہے تھے۔ "سوپ" وہ سوپ نہیں تھائی کہنے لگی۔
"رکھ دو بیٹا۔" وہ سوپ سائیز پر رکھ کر جانے لگی۔

"بیٹا کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟" اسے گم سم سے جانتے دیکھ کر وہ اداسی سے بولے۔
"نہیں ابو! آپ کسی باتیں کر رہے ہیں؟" وہ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے گویا ہوئی۔

"مجھے صاف کر دینا بادل میں کوئی کھل نہ رکھنا" تھخیں محبت تو بھی دے نہ۔ کام میں نے صرف تمہاری خاطر ہی دوسری شادی کی تھی۔ مجھے کیا علم تھا کہ میرا دوسرا انتخاب اتنا غلط ہوگا۔ انوری نے تم پہ بے طرح مظالم کیے ہیں میں اس چالاک عورت کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اس نے میرے پیروں پہ قبضہ بنا رکھا ہے۔ میں بھجور ہوں لڑکیاں میں صحتی کے قائل تو نہیں ہوں پھر بھی ہو سکے تو مجھے صاف کر دینا۔" رضامنا صاحب اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے درود ہے تھے۔

"ابو! اپنے مت کہیں مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔" اس نے ان کے چڑے ہوئے ہاتھوں کو تھام کر آنکھوں سے لگا دیا تھا۔

"اللہ سے سبکا دعا ہے کہ مجھے اتنی بڑی عیب دے کہ میں تمہارے فرض سے سبکدوش ہو کر سکون سے مر سکوں" جیتا تمہاری ماں کی روح ہے مد مضرب ہوئی۔ آپا نے مجھ سے بات کی ہے عاظر کو جاب ملنے ہی میں تمہیں رخصت کر دوں گا۔ تم خوش رہو گی تو میں خوش ہو جاؤں گا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر رہے تھے۔ وہ خاموش

بھئی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ابو نے شاید زندگی میں پہلی بار اس سے اتنی طویل گفتگو کی تھی اس کے آنسو مسلسل اس کے دھڑک رہے تھے۔
 "دو ٹھیں میری بچی اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔" اسے خود سے لگائے مسلسل آواز داری کر رہے تھے۔ خیر مسلسل رونے جارہی تھی۔
 "ابو مت رو میں پلٹے۔" وہ ان کے آنسو صاف کرتے انہیں سوپ پلانے لگی۔ بچی کی مصوم صورت دیکھ کر رضا حسن ایک بار بھر رو پڑے۔

دو دن گھر میں گزار کر ابو کچھ بہتر ہوئے تھے۔ ان دونوں میں تغیر نے ان کا بے حد خیال رکھا تھا۔ وہ حیران تھی کہ بچی جان نے اسے ماطرز کی کے لیے مانگا ہے۔ اسی اس بات سے بے خبر تھیں۔ اسی نے ان دونوں میں ابوبو کو خوب صلواتیں سنائی تھیں۔ ان کے دونوں جاب پر نہ جانے سے وہ تھی ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے رضا حسن بہت متوجہ کر کے تیسرے دن جاب پر گئے تھے۔
 "خیر نے منع بھی کیا تھا۔" ابو ابھی جاب پر نہ جا میں پہلے طبیعت تو ٹھیک ہو جائے۔ جس پر انوری بیگم نے اسے خوب ڈانٹا تھا۔ رضا حسن چھٹی کبھی کبھی اسے ساتھ لگائے جاب پر جا چکے تھے۔ نہ جانے اسے اتنا درد کیوں آ رہا تھا۔ اپنے باپ کی بے بسی اپنی بے قدری۔ وہ بے پناہ روتی تھی۔ یہ کیا شومیت پھیلا رکھی ہے تو نے جو جس سے آنسو بہا رہی ہے۔ "اسے مستقل رو دنا دیکھ کر انوری بیگم نے اسے زوردار دھمکا کر جڑا تھا وہ کراہ کر وہ تھی جب ہی دروازے پر ٹپک رہے تھے۔

"تو روتی مرنی رو۔" اسے دھکا دے کر وہ دروازہ کھولنے لگیں۔ جب ہی فاروق صاحب، مصطفیٰ اکل (ابو کے کونین) نمودار ہوئے۔ وہ اب بیونس سے اترے تھے۔ وہ بھی دروازے پر پہنچی تھی۔
 "بھائی! آفس کے قریب ہی رضا کا کینڈیٹ ہو گیا تھا۔ قرار نے بری طرح اسے کچل ڈالا۔ اسی وقت رضا خالق حقیقی سے جا ملا۔ ڈاکٹر نے موت کی تصدیق کر دی ہے۔"

فاروق صاحب کبہرے تھے جبکہ ان کی ڈیٹ باڈی گھر میں آ رہی تھی یہ الفاظ تھے یا ہم جہاں کی ساتویں پر گرے تھے۔ وہ اسی وقت کر گرے ہوش ہو گئی۔ جبکہ انوری بیگم سکتے کی کیفیت میں تھیں۔ ایبو بیونس دیکھ کر اکل ملے جمع ہو چکے تھے۔ سب نے ماطرز کی اور بچی جان کو بھی اطلاع دے دی تھی۔ تغیر مستقل رو رہی تھی۔
 "تو ہے ہی متوجہ! پہلے اپنی ماں کو کھانگی اب باپ کو بھی کھانگی۔" انوری بیگم موت کے گھر میں بھی اسے مارنے سے باز نہیں آئی تھیں۔ تھیں کی تیاری ماطرز کی نے خود کی تھی۔ ابو کا آخری دیدار کرتے وہ چار پائی پکڑ کر مسلسل آواز داری کر رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی باپ کی محبت ملے اسے تین دنوں کا تو عمر مر ہوا تھا اور وہ بھی چمن گیا وہ تین کر رہی تھیں۔

"ابو ابی کے بعد آپ بھی مجھے چھوڑ گئے۔ ابو اب تو میرا کوئی بھی نہیں رہا ابو مجھے بھی اپنے پاس بلا لیں۔ میرا تو اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ چار پائی پر سر پٹتی دو دن دار رو رہی تھی۔ اس کے اس طرح رونے سے ہر آنکھ اٹھ رہی۔ بچی جان اسے سنبھالنے کی سعی میں پھان ہوئی جارہی تھیں۔
 "تغیر ایسے نہیں کرتے۔" چار پائی کے پاس سے بٹاتے بچی جان خود بھی رو رہی تھیں۔

"مت لے جاؤ میرے ابو کو ماطر بھائی میرے ابو کو مت لے جائیں۔" وہ اس کا بازو پکڑے۔ سنا ہے مجبور رہی تھی۔ ماطر کا جذبہ بھی اس کی ایسی حالت دیکھ کر جواب دینے لگا تھا۔ بہتے منظر اس نے اس نے تھیں کا کام انجام دیا تھا۔ انوری بیگم خاموشی سے تمام کارروائی دیکھتی رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو کا ایک قطرہ نہیں گرا

تھا۔ حد سے کرنے کی انہوں نے کوئی ذمہ داری نہ کی تھی۔ اہل علم و رشاد کے ساتھ ساتھ بچی جان بھی حیران تھیں۔ بچی خیر کی تو دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ابو کی وفات کو کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر خیر اب تک اس حادثے سے نکل نہیں پائی تھی۔

☆.....☆

ای نانی کے گھر تھی ہوئی تھیں۔ وہ بچی میں کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ سفید رو پڑے خود ہورتی سے آواز سے وہ بے حواس تھی۔ ماطر جگہ پر مل ہی ہو نہوٹی سے آیا تھا۔ اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ وہ کام میں مگن تھی۔
 "تغیر! وہ دال میں بھجوا کر رکھی تھی جب ہی ماطرز کی کی آواز اس کی ساتویں سے اٹھائی۔
 "تھی۔" بچی کو نہ حجاب کر وہ مڑی تھی۔ وہ بچن کے دروازے میں ایسا ہوا تھا۔ وائٹ شلوار سوٹ میں ابے خود غور و فکر رہا تھا۔ تغیر نے بے ساختہ نظر اس پر جمائی تھیں۔
 "مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وہ کہنے لگا۔

"ابو مجھ میں چلے ہیں۔" وہ کہتے ہوئے ماطرز کی کے پیچھے چلے گئی۔ وہ کین کی کڑی پر غور کیا ہو چکا تھا۔
 "تغیر بھی دوسری کڑی ختب کے ماطر سے فاصلے میں بیٹھ چکی تھی۔ ماطرز کی بنور اسے دیکھ رہا تھا۔
 "کیسے کیا کہا ہے؟" اسے پتے پر آئے پسے کو روپے سے صاف کرتی وہ کہنے لگی۔
 "تغیر از زندگی میں بہت سے حادثات رونما ہوئے ہیں جن حادثات کا تصور ہم خیالوں خیالوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ ان حادثات کا سامنا نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کسی کے چلے جانے سے ہمیں ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ بدل گیا ہے مگر ایسا بالکل بھی نہیں ہوتا۔ کسی کے چلے جانے سے بہت کچھ تو بدل جاتا ہے مگر سب کچھ نہیں بدلتا۔ میں جانتا ہوں اکل کے چلے جانے سے ہمیں کس قدر تکلیف پہنچی ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ تم اپنی تکلیف یوں حیاں کرتی پھر ابھی تمہاری خود کی زندگی باقی ہے۔ ہمیں بہت آگے جانا ہے یوں اس رو کر تم اپنے ان کی روح کو کب تک تکلیف پہنچا رہی ہو جس میں ایسے دیکھ کر کہ ان کی روح مضطرب نکلتی ہو رہی ہوگی؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ گیم می تھی کسی آنسو تو اترے اس کے گلابی رخسار پر بہہ رہے تھے۔

"تغیر اب تم نے تین دنوں کا بیکار ہو کر ایک چھ ماہ اور مسلسل 3 مہینے سے تم نے کتا میں بھی نہیں کھولی ہیں۔ کل سے تم اسٹری کرتی نظر آؤ۔"
 ماطرز کی کا دل چاہ رہا تھا وہ اس کے تمام دکھ جن لے اس کے سر پر نری سے ہاتھ رکھتے وہ اسے سمجھا کر چاچکا تھا۔ تغیر اسے جاتا ہوا دیکھتے لگی۔

☆.....☆

ای مگر سوسے ہی نانی کے گھر چلی جایا کرتی تھیں۔ وہ اپنے تمام کام سپٹ چکی تھی۔ بچی جان اسکول میں تھیں۔ جبکہ ماطرز کی کی بنور ٹی سے وہ ابھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ بچی جان کے پورشن کی طرف چلی دی۔ ان کے مگن سے کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو پورے گھر میں پھیل گئی تھی۔
 "السلام علیکم بچی جان! دو دنوں کو ملے ہی اس نے سلام کیا تھا۔
 "و علیکم السلام بیٹا!" بچی جان نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے خوش دلی سے جواب دیا۔ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتی وہ آواز پر جا چکی تھیں۔ تغیر نے تو ان کے پورشن کا علیہ ہی بدل دیا تھا۔ وہ فریض ہو کر مگن کی

جائے کھانا پکانے کی غرض سے یہ جیس تو کھانا پکا ہوا دیکھ کر انہیں خوشگوار محسوس ہوئی۔

”خیر اسم نے تو کمال کر دیا۔“ بیٹی جان بے لور پر آنا دیکھ کر کہا انہیں۔

”بیٹی جان آپ کا چھانچا؟“ کتا میز پر کھڑا دستار کرنے لگی۔

”بے حد چھانچا۔“ وہ اسے غور سے لگاتے ہوئے کہنے لگیں اسی وقت عاظمیٰ پر غور دینی سے آگیا۔

”اور ہر گز کا تشبیہ بدلا ہوا ہے۔“ خیر اسم کے ہاتھوں سے پانی کا گلاس لیچے ارد گرد نظر ڈالتا ہوا وہ بے ساختہ کہنے لگا۔

”کیوں نہ ہو میری خیر اسم نے جو کیا ہے۔“ بیٹی جان پر مسرت لہجے میں کہنے لگیں۔ وہ مسکراتی لگتی ہوں سے خیر اسم کو دیکھنے لگا کل کے سبھانے کا اثر ہوتا دیکھ کر اسے بے طرح خوشی ہوئی تھی۔ وہ فریٹ ہو کر آیا تو خیر اسم دتر خوان پر لوازمات سجائی تھی۔

”مما جان تو آپ نے آج بے حد شاعر اور عینک بنایا ہے۔“ عربی چکن پلاؤ اسپون میں ڈالتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”بیٹی جان اچھا خیر اسم نے بنایا ہے۔“ وہ بی بی من میں ڈالتے ہوئے وہ گویا ہوئیں۔ وہ ہر اسے ہٹانے سے منع کرتے کرتے لگی۔

”خیر اسم نے اتنا اچھا چھانچا کہاں سے دیکھا؟“ وہ عربی چکن پلاؤ دہی ہوئی اور لپ شیریں کو دیکھتی انتظار کرنے لگیں۔

”بیٹی جان اجب میں لو پر آئی تو آپ کے بیڈ پر دروازہ اچھٹ دکھا ہوا تھا۔ یہ پریسیپر مجھے بے حد پسند آئیں۔ مگر تمام اشیاء بھی موجود تھیں تو میں نے بتا لیا۔“ وہ پانی پیچے ہوئے بتاتے لگی۔ عاظمیٰ نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا جبکہ بیٹی جان بے حد خوش ہوئیں۔ بعد میں وہ اسے اسٹڈی روم میں آئے کا کہہ کے اسٹڈی کارنگ کر چکا تھا۔

”جب وہ اسٹڈی میں چائے اور کتا ہوں کے ہمراہ آئی تو عاظمیٰ کو چوں میں گم پڑا۔ آج اس نے عاظمیٰ کی آنکھوں میں الوہی کی چمک دیکھی تھی۔ وہ جانے کن سوچوں کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ خیر اسم کیسے سے قاصر تھی وہ مستقل پانچ منٹوں سے دروازے پر ایستادہ تھی اس کے آجانے سے بھی اس کی خوبت پر قرار تھی اس کے دروازے پر ناک کرنے سے اس کا سر لوٹا تھا۔

”آؤ خیر اسم سے غور دیکھتے ہوئے وہ غور کو پکڑے گئے گویا ہوا۔

”چائے لے لیں۔“ اس نے چائے کا گلاس اٹھاتے ہوئے کتا میں قائلین پر دیکھی تھیں۔

”خیر اسم اللات مجھے چائے کی بے حد طلب ہو رہی تھی۔“ اسے جیسے کا اشارہ کرتے ہوئے چائے کی سپ لیچے لگا وہ اس سے کہتا تھا میرے اہل خانہ ہو کر کاؤ ٹھک کی کتاب کھولنے لگی۔

”خیر اسم ہمارے بے حد شکر یہ تم نے میری باتوں پر غور کیا اور دوبارہ اپنی روشنی میں واپس آ گئیں۔“ وہ ہلکے قہقہے سے کہنے لگا۔

”آپ کا بے حد شکر یہ آپ نے مجھے اتنی اہمیت دی کہ مجھے یوں سمجھانے پڑے آئے۔“ وہ عاظمیٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کہنے لگی۔

”تم نہیں جانتیں کہ تمہاری میری زندگی میں کتنی اہمیت ہے۔ زندگی میں جب بھی تمہیں انہوں کی ضرورت

پڑی تو اس وقت تم مجھے اپنے ہمراہ ضرور پاؤ گی انشاء اللہ۔“ وہ بخیر اسم سے دیکھتے ہوئے دل میں سوچ کر رہ گیا اور اسے سوالات سمجھانے لگا۔

☆ ☆

انوری بیگم کاروز کا بھی معمول تھا ابو کے انتقال کے بعد تو وہ اکثر رات میں بھی گھر نہیں آتی تھیں۔ بیٹی جان اس کے روم میں آ کر سو جائیں اور وہ دیر رات تک پڑھتی رہتی۔ اکثر ابو یاد آ جاتے تو پڑھائی میں بھی دل نہ لگتا۔ انوری بیگم کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا انہیں گھر صاف سترا اور کھانا پکا ہوا ملنا چاہیے تھا۔ وہ گھر کے تمام کام دل لگا کر کرتی تھی۔

”کسی کے نہ ہونے سے بہت کچھ بدل جاتا ہے مگر سب کچھ نہیں بدلتا۔“ وہ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ بچ کے بعد وہ عاظمیٰ سے پڑھتی تھی اس کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔

”پہلوں سے میرے پیچھے پڑیں۔ اسی تو گھر میں ہوتی ہی نہیں ہیں اس ہمارا سانی رہے گی۔“ کابی پر نظریں مرکوز کیے وہ کہنے لگی۔ عاظمیٰ کی ٹوٹ کر رہا تھا کہ وہ اب عاظمیٰ بھائی کی رشت نہیں لگاتی تھی بلکہ اس کا نام لینے سے ہی گریز کرتی تھی۔

”ہوں انٹیک ہے میں پر غور دینی سے آ کر تمہیں پک کر لوں گا۔ پھر تمہیں کانچ چھوڑ کر میڈیکل چلا جاؤں گا۔“ وہ کتا میں اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہاں انٹیک ہے دیکھا اس ہمار میری تیاری اچھی ہو گئی ہے۔“ وہ اسے بتاتے لگی۔

”گڈ بائی دیر رات تک پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ پارٹ دن کی طرح پارٹ ٹو میں بھی مجھے تم سے فرسٹ ڈویژن کی امید ہے۔“ عاظمیٰ نے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

”انشاء اللہ آپ کی محنت دیکھا نہیں جائے گی۔“ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مطمئن انداز میں مسکرا دی۔ عاظمیٰ نے انک مر سے بعد اسے یوں مسکراتا ہوا دیکھا تھا۔

چار پہر تو خیر اسم سے ٹکراتے تھے پانچویں پہر میں عاظمیٰ پھوپھو کی طبیعت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ وہ ہاسپٹل میں ایلیٹ تھیں۔ دو دن ہاسپٹل میں گزار کر وہ گھر آ چکی تھیں۔ طبیعت اب بھی بہتر نہ تھی جب ہی انہوں نے بیٹی جان کو روک لیا تھا۔ انہیں تنہائی سے گھبراہٹ ہوئے لگی تھی۔ عاظمیٰ پھوپھو کے گھر ہی رکھا ہوا تھا۔ انوری بیگم گھر میں ہی نہیں تھیں اسی لیے بیٹی جان نے اسے بھی پھوپھو کے گھر روک لیا تھا پھوپھو کی

دونوں بیٹیاں شہر سے باہر تھیں۔ بیٹی جان اور عاظمیٰ ان کا بے حد خیال رکھ رہے تھے۔ عاظمیٰ نے کہہ دیا تھا وہ دونوں گھر میں اسے پک کر لے گا۔ وہ سمجھیں ہو گی ابھی ای کی روشنی اب بھی وہی تھی وہ اس سے بہت کم ہی

مقابلہ ہونے لگی تھیں۔ وہ تنہا گھر میں پھرتی رہتی تھی اسے اکیلے پنا سے وحشت ہونے لگی تھی نانی اسی کھانا کی مرید تھیں اور آج کل وہ بالکل مختور ہو چکی تھیں۔ پانچویں پہر میں وعدے کے مطابق وہیں سے ایک کھنڈ کھل

عی عاظمیٰ نے پک کر لیا تھا۔ پہرے بے حد اچھا ہوا تھا۔ وہ باہر کھڑے ہو کر عاظمیٰ کی کا انتظار کرنے لگی۔ عاظمیٰ اب تک نہیں آیا تھا وہ پریشان ہو گئی۔ تمام لڑکیاں بھی جانے لگیں تھیں۔ سڑک پر لڑکے کرکٹ کھیل رہے تھے اور وہ کانٹا خالی ہونے کی وجہ سے بے حد پریشان ہو رہی تھی۔ آنکھیں بے اختیار میگ رہی تھیں زدنے کی

وجہ سے سامنے کا منظر دھندلا جاتا تھا۔

”خیر اسم کیوں رہی وہ؟ کوئی برا علم ہو گیا ہے؟“ عاظمیٰ اس کے ہر دل کے پاس آ کے انتظار کرنے لگا۔

"آپ کہاں تھے؟ میں آپ کا کب سے انتظار کر رہی ہوں۔" وہ نشو سے آنکھیں صاف کرنے لگی۔
 "فریج بے حد زیادہ سیڑھی جب ہی آنے میں دیر ہوگئی اب روٹا بند کر دینا ورنہ لاسٹ پیجر میں وقت سے پہلے آ جاؤں گا۔" وہ اسے سمجھا کر ہائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ آج اسے اس قدر پریشان ہونا دیکھ کر اسے ابھی خاصی حیرت ہوئی تھی۔ اسے اندازہ تو ہو گیا تھا۔ "آگ برآمدگی ہوئی ہے یہ ایک طرف نہیں دوسری طرف بہت ہے۔" وہ مسکراتے لگا۔
 "نچ کر لینا۔" تاکہ کیک کے دھاتے کمرچھڑ کر چلا گیا۔ وہ اسے جانا دیکھنے لگی۔ آج اسے عطرز کی بے پناہ چاہت محسوس ہو رہی تھی۔

☆.....☆

"من لڑکی ذرا چل میرے ساتھ دینی کے گھر۔" وہ برتن دھو رہی تھی اور یاد کیے سوالوں کو دہرا رہی تھی جب انوری بیگم کہنے لگیں آج اس کا آخری دینہ تھا۔
 "اُمی! میرے سر میں بے حد درد ہو رہا ہے۔ میں نانی اُمی کے پاس کھل چلوں گی آج آپ ہوتی ہیں۔" وہ دھو رہے برتن شیفٹ میں رکھتے ہوئے گویا ہوئی۔
 "اچھا ٹھیک ہے۔" انوری بیگم کے دل میں کلکا سا ہوا۔ وہ یہ کہہ کر چادر اوڑھنے لگیں۔ پورے راستے وہ سوچتی رہیں کہ آخر کیا وجہ ہے جو غیر نے انکار کر دیا۔ اس کے بدلے اندازہ طور پر وہ پہلے ہی سے ملاحظہ کر رہی تھیں وہ ایسا کیا وجہ ہے جو آج غیر نے انکار کر دیا۔ اس کے بدلے اندازہ طور پر وہ پہلے ہی سے ملاحظہ کر رہی تھیں وہ سوچنے والے سوچے میں تھیں جبکہ غیر تو لیے سے ہاتھ تلک کرتی اللہ کا شکر ادا کرنے لگی کسی نے اسے آج منع کرنے کے باوجود ڈانٹا یا مارا نہیں کہ وہ خود کو پہلے ہی چٹائی کے لیے تیار کر چکی تھی۔
 عطرز کی اسے پک کرنے آ چکا تھا۔ وہ بیک کے لیے جلدی سے آئی۔
 "آج میرا بزنس بیجنت کا بھی ہے ہوا کچھ گا کہ بھیجے بے حد اچھا ہو۔" وہ بیٹھے ہوئے کہنے لگی۔
 "اعتراف سبک بیجنت ہے تم بے فکر ہو انا اللہ بھی اچھا ہی ہو گا۔" وہ ہائیک سڑک پر دوڑاتے ہوئے کہنے لگا۔
 وہ اسے کان میں ڈراپ کر کے چاچکا تھا۔
 اس کا بھی بے حد اچھا ہوا تھا۔ عطرز کی کا guess بالکل ٹھیک ہوا کرتا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ کالج کے میٹ سے ملنے ہی عطرز کی ہائیک کے پاس باپ کو رن تھا ہے نظر آیا۔
 "آج میرا بھی بے حد اچھا ہوا۔" وہ سر دھوئے کھائے کہنے لگی۔
 "ہوں! یہ بہت اچھی بات ہے مجھے اندازہ تو تھا بھی لا شیا اچھا ہی ہو گا۔ مصر کی نماز میں میں نے دعا بھی کی تھی۔" وہ باپ کو رن اسے تھماتے ہوئے گویا ہوا۔
 "آپ بے حد اچھے ہیں۔ آپ نے میرے لیے اتنا کیا شاید ہی اپنا بھی ذکر کرے جتنا آپ نے میرے لیے کیا ہے۔ میں آپ کی بے انتہا مشکور ہوں۔" وہ اسے بخور دیکھنے لگی جو بیوی جیو بیو ایچ وائٹ پرچہ شرت اور وائٹ جیکٹ پہنے بے حد چارنگ لگ رہا تھا۔
 "اوہ اب شرت منہ تو نہ کرو۔" وہ ہائیک اسٹارٹ کرنے لگا اور وہ دل سے دعا کرنے لگی کہ عطرز کی کے ہمراہ یہ سفر آخری نہ ہو۔

انور کی کئی بات اب تک اس کے ذہن میں تھی اور وہ اب کا انتخاب بھی ہے عطرز کی سے اور زیادہ اچھا لگنے لگا۔
 رواؤ انجسٹ [46] اپریل 2015

عطرز کی بلا شیا اچھا لگنے کے لائق تھا۔ چچی جان نے اس کی تربیت ہی اس اعجاز کی تھی وہ دونوں بال بچے ہر ایک سے بے لوث محبت کرنے کے عادی تھے۔ وہ عطرز کی کی ہر اسی کے لیے دعا گو تھی اس کے ہمراہ زندگی بے انتہا سہل اور محسوس ہوتی تھی۔
 "خیر مجھے یاد دلانا کھڑے ہمارا چہرہ لیتا ہے مایا لینا بھول گئی تھیں۔ انہیں رسالے پڑھنے میں بے حد دشواری ہو رہی ہے۔" وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی جب عطرز کی کی آواز اس کی سامتوں سے ٹکرانی تھی۔
 "مئی اچھا! ہائیک کی تھی۔ سڑک پر ٹریفک بے حد زیادہ تھی۔ وہ اتنا ہی کہہ سکی پھر دوبارہ اس کا ذہن ادھر ادھر ہو گیا تھا۔ کب کمر آ پالتے شرت ہوئی۔
 "اپنا دھیان رکھنا۔" اس کو تاکید کر کے وہ ہائیک سڑک چکا تھا اور وہ حیرت سے اسے جانا دیکھنے لگی۔ عطرز کے چلے جانے سے دل میں جب ہی غش نے سر اٹھا رکھا وہ مضطرب سی دروازہ کھولے گھر میں داخل ہوئی۔
 تالا کھلا ہوا تھا۔ دیکھ کر اس کا دل بندھنے لگا۔ وہ ڈرتے ڈرتے گھر میں داخل ہوئی جب ہی اس کی نگاہ اُمی پر پڑی جو کچن میں کھڑی جیسے چوتھوں سے اسے محو رہے ہوئے آئے کی بیوی تھیں۔ وہ بیٹی بچی آنکھوں سے آنکھیں دیکھنے لگی۔
 "آئی! اپنے عاشق کے ساتھ۔" وہ اسے خوشنکین لگا ہوں سے محو توئی اول فرل کہنے لگیں۔
 "اُمی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" اس نے ہاشکل جملہ ادا کیا تھا۔
 "میں کچن تھاں کو آ کر آگے نہیں پڑھتا تو میرے بیک کے نیچے رنگ ریلیاں منانے سے باز نہیں آئی۔" وہ بھوکے شیرنی کی طرح اس پر بیٹھ پڑیں۔ اس کے ریشمی بالوں کو ہاتھ مٹھوٹی سے انہوں نے اپنی گرفت میں لے کر کھاتو اور مسلسل باتے مار رہی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ جلاؤں جیسے سلوک کر رہی تھیں اس کے ہونٹوں سے خون ریز رہا تھا۔ وہ دوبارہ اس کا سر کھانے لگیں۔ اس میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ ان سے اپنا آپ چھڑا پانی۔
 کچھ دیر جا کر عطرز کی کو یاد آیا کہ وہ ماما کا پشہر لیتا ہی بھول گیا۔ وہ دوبارہ گھر کی جانب بڑھا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازے میں کھلی سے دھک دے کر گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ اندر کا منظر دیکھ کر اس کے اوسان کھڑے ہو گئے تھے۔ انوری بیگم اس کا گلابا رہی تھیں۔ ایک ہلکا سا کازین ماؤف ہو گیا تھا اس حال کرتے تو آگے بڑھا تھا۔

"کیا جاہالت کر رہی ہیں آپ؟ چھوڑیں آپ خیر کو۔" وہ غم و غصے کی کیفیت میں تھا۔
 "آگے کیا عاشق کھلی کی مار رہے چھوڑ گئی ہو تو کس کے تن کی طرح حاضر ہو گیا۔" وہ فضولیات کہنے لگیں۔
 "خالہ چھوڑیں اسے دور بہت برا ہو جائے گا۔" ان کی فضول کھواس کو نظر انداز کیے وہ پچھلے ہوئے شیر کی آگ سے بڑھا تھا۔ پہلے کے لوگ بھی ختم ہو گئے تھے۔ خیر ہوش و خرد سے بچا نہ ہو چکی تھی۔ پہلی کی عورتوں انوری بیگم کو بڑھایا تھا۔ پہلے والوں کے ہمراہ عطرز کی خیر کو ہاسٹل لے آیا تھا۔ اس کا حال بے حد برا ہو رہا تھا۔ چچی جان مسلسل روئے جاری تھیں۔ آئی سی ای میں دو گئے گزارنے کے بعد خیر کو ادارہ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ جان بے حد مطمئن محسوس کر رہی تھیں جبکہ عطرز کی بھی جان میں جان آئی تھی۔ وہ خیر کو دوبارہ اس میں پھنسنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اہل محلہ کو معلوم تھا کہ انوری بیگم خیر کے ساتھ کیسا سلوک کرتی تھیں۔ اسی رواؤ انجسٹ [47] اپریل 2015

وقت اکل آفاق (مکمل دار) نے کہا تھا۔ "جیسا تم اس بچی سے نکاح کر لو رخصا صاحب کی بھی یہی خواہش تھی۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجھ سے ذکر کیا تھا۔ ورنہ اس کی ماں اس کی جان لے لے گی۔ آج بھی تم اگر بروقت نہ پہنچے تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔"

شعور مکمل والوں نے کہا تھا اور بچی جان کی بھی یہی خواہش تھی مگر اس طرح وہ شادی کے نہیں جانتی تھیں۔ عاطر زکی کو روک دیا۔ بچے دیکھے انہوں نے تصور میں بے شمار مرتبہ دیکھا تھا مگر وہ بڑے پیمانے پر کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔

یوں بڑوں کی رضا مندی سے ان دونوں کا نکاح کر دیا گیا تھا۔ وہ بے حد روری تھی۔ اسی نے اسے بے حد دل برداشتہ کر دیا تھا۔ بچی جان مسلسل اسے سبھارتی تھیں جبکہ اس کا سامنا کرنے میں بے حد چٹکا پٹ اور ہی تھی۔ اسی وقت اسی نے اچانک آگیا۔

"آپ انہیں پتا تھا اور تم نے مجھے بے خبر رکھا اور ان دونوں کے کھیل میں شریک ہو گئیں۔" وہ بچی جان کو کہنے لگیں۔

"رضامندی سے میں نے اپنی تفسیر کا ہاتھ مارا تھا اور وہ خوشی راضی تھے اور انہوں نے ہی مجھے جھپٹانے سے منع کیا تھا۔" بچی جان نے گلے سے جواب دیا تھا۔

"بس بس مجھے سفاکی چوڑ نہ کریں۔" وہ ہاتھ اٹھاتے کہنے لگیں۔

"وہ آپ کس کھیل کی بات کر رہی ہیں ہم نے کونسا کھیل دیا ہے؟ آپ اسی وقت یہاں سے چلی جاتیں تو بہتر ہے۔" وہ جوڑ پھنسی سے دوا لے کر آیا تھا انوری بیگم کو وارڈ میں ایسا وہ دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے تھے وہ انہیں تجھ کے ہاتھ روک رہا۔ نکاح کے بعد مکمل باہر اس نے تفسیر کو دیکھا تھا اور بچی جان کے کانہ سے سے گئی تھی۔

"میں تفسیر کو لینے آئی ہوں۔" وہ بچی جان سے اسے الگ کرتے کو کہا ہو نہیں۔

"کس حق سے؟" وہ انہیں گھورتے ہوئے کو کہا ہو نہیں۔

"بچی سے یہ میری۔" وہ کہنے لگیں۔

"نیاپ کی بیٹی بھی تھی ہی نہیں ماں کے حقوق سے واقف بھی ہیں آپ یا نہیں؟ اب یہ میری بیوی ہے اب آپ جاکتی ہیں اور آئندہ آنے کی زحمت نہ کیجئے گا۔" وہ بیوی پر زور دے کر کو کہا ہوا۔ وارڈ انچارج انوری بیگم مسلسل جانے کے لیے کہہ رہے تھے وہ فقط یہی سن کر ہکا بکا رہ گئیں۔

"اگر آپ نہیں گئیں تو میں پولیس بلواؤں گا کیونکہ یہ پولیس کیس تھا۔" وہ غضبناک لہجے میں کہنے لگا۔ وہ پولیس من کر دی وہاں سے جانے میں عاقبت کھٹے لگیں۔

"آپ باجوہ کام آپ کو کرنا چاہیے تھا وہ کام ہم نے کر دیا۔ آپ کی بیٹی کا نکاح ایک معزز اور شریف گھرانے سے کر دیا۔ آفاق صاحب کے یہ کہنے کی دیر بھی انوری بیگم نے تو بھری انکروں سے ہر ایک کو دیکھا تھا اور پاؤں پٹختی جا چکی تھیں جبکہ تفسیر کے آنسو اس کے رخساروں پر پھیل رہے تھے۔

☆.....☆

وہ بے حد شرمیلی تھی۔ وہ لوگ عاطر زکی کے جس عقلت میں رہ رہے تھے۔ انوری بیگم نے خود ہی وہ کمرہ دیا تھا اور بانی کے کمرہ شفٹ ہو گئیں تھیں۔ عاطر زکی نے وہ کمرہ دیا تھا۔ وہ کم مہمی رہنے لگی تھی بچی جان

عاطر نے حد پریشان تھے وہ اسے اس صدمے سے نکالنے کی نیک دود میں تھے۔ بچی جان نے چاروں بھو دیے کا فکشن اراج کیا تھا۔ وہ چائے پانے میں مگن تھی جب ہی عاطر زکی نے اسے شانوں سے قدام لیا۔

"کیا کر رہی ہو؟" عاطر زکی نے بے حد محبت سے استفسار کیا تھا۔

"چائے پاری ہوں آپ اور بچی جان تو مجھے کوئی کام کرنے ہی نہیں دیتے۔" وہ چائے ٹک میں اڑتی تھی سے کہنے لگی۔

"سب کر لیتا لی حال مجھے زبردستی چائے پلاؤ۔" وہ یہ کہتے ہوئے کچن میں رکھی ڈائننگ کی کرسی پر براجمان ہوئے ہوئے کہنے لگا۔ تفسیر بھی چائے لے ڈائننگ کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تفسیر راتی اداس کیوں رہتی ہو خوش رہا کرو۔" عاطر زکی نے اس کی کلائی تھامی تھی۔

"میں خوش تو رہتی ہوں۔" وہ چائے کے سب لیتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں واقعی بے تحاشہ خوش ہوں بس کچھ ایڈز کا دکھ ہے جسے یاد کر کے میں اداس ہو جاتی ہوں۔" وہ بے حد شرمیلہ کر رہی تھی پھر بھی آنسو پکوں کی ہاڑھ پھلا لگ کر رخسار پر نقش دکھ رہا ہے تھے۔

"تفسیر اورو نہیں کبھی بھی ہم جس سے توقع کرتے ہیں وہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اس جگہ سے ہمیں وہ چیز ملتی ہے جہاں سے ہمیں امید ہی نہیں ہوتی۔" جو دل کو سخت چوٹ پہنچائے وہ اکثر اپنے ہی ہوتے ہیں کیونکہ غیر نہیں چاہتے کہ دل کو تکلیف کس بات سے ہوتی ہے۔" عاطر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مکملے نقوش کلائی رحمت والی یہ لڑکی اسے بے حد عزیز تھی۔

☆.....☆

آج ان کا دلیر تھا۔ بچی جان نے اپنے طور پر اپنے خاصے بڑے پیمانے پر اپنی بساط سے بڑھ کر ویسے کا فکشن اراج کیا تھا۔ تمام انتظامات عاطر زکی نے خود کیے تھے۔ وہ بے حد شرمیلہ تھا لیکن کہ باوجود بھی بلیک کوٹ پینٹ ڈارک بریلی ٹرٹ اور کوٹ کی شرٹ کی پاکٹ میں شاٹنگ پنک مدوز ڈالے وہ پتا تھا وہ لوگ رہا تھا جبکہ تفسیر و رضا ڈارک بریلی اور شاٹنگ پنک شرارہ پہنے جیڈری چوڑی سمیت بے حد حسین لگ رہی تھی۔

عاطر زکی کی تو نگاہ ہی نہیں ہٹ رہی تھی اس نے مکملی بار اسے اتار دیکھا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے برابر میں بیٹھے بے حد اچھے لگ رہے تھے بچی جان نے بے ساختہ ان کی جوڑی کی نظر اتاری تھی۔ اہل ملک کو بھی مدعو کیا گیا تھا جبکہ انوری بیگم نے ویسے میں آنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ سب ان کی جوڑی کو سراہ رہے تھے عاطر زکی بار بار اسے دیکھ رہا تھا اس کی نظر اسے پزل کر رہی تھیں۔

"بے حد چارلی لگ رہی ہو۔" اس نے آہستگی سے کہا تھا۔ تفسیر کی مسکان نے بے ساختہ اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"آپ بھی اچھے لگ رہے ہیں۔" وہ کہنے لگی جبکہ اب کمرے کے مسکرانے کی باری عاطر زکی کی تھی۔ وہ خود کو بے حد مطمئن محسوس کر رہا تھا۔ بچی مسکراتی تفسیر اسے اپنے دل کے بے حد قریب لگی تھی۔ تمام مہمان جا چکے تھے تمام مہمانوں کو رخصت کر کے ان لوگوں نے بھی گھر کا راج کیا تھا۔

کمرہ بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ لائٹ پنک کمرے کمرے گلاب کی ادھ مکلی کیوں سے سجایا گیا تھا۔ ہر سو رنگ گلاب کی سبک چھائی ہوئی تھی بجائے ساڑھے نو کول مسکری سے سجایا گیا تھا۔ بیڈ کے چاروں طرف

القريش پبلی کیشنز کے نئے ناول شائع ہو گئے ہیں

اب کریمری رفوگری

مصنف: سائرہ رضا قیمت: 600/- روپے

رگ جاں جو قریب تھے

مصنف: صادقہ محمود قیمت: 600/- روپے

دل کی دہلیز پر

مصنف: اشتیاق فاطمہ قیمت: 600/- روپے

میرے ہمنوا کو خبر کرو

مصنف: فاخرہ گل قیمت: 600/- روپے

زندگی کی حسین راہ گزر

مصنف: سمیرا شریف طور قیمت: 400/- روپے

وہ اک لمحہ محبت

مصنف: سمیرا شریف طور قیمت: 400/- روپے

درو دل

مصنف: نبیلہ عزیز قیمت: 900/- روپے

زرد پتوں کا شجر

مصنف: نایاب جیلانی قیمت: 400/- روپے

القريش پبلی کیشنز

سرگرم روڈ، چوک اردو بازار لاہور
فون: 37652546 - 042-37668958

سرخ گلاب اور موسیقی کی لڑیاں نہایت نفاست سے آراستہ کی گئی تھیں۔ بیڈ کے درمیان میں بیٹھ کر خیر رضا ماحول کی خواہشوں کو آنکھوں میں جذب کر رہی تھی جب ہی دروازہ ٹاک ہوا تھا اس کا سر حریف تک گیا تھا۔
”السلام علیکم“ قدموں کی چاپ کے ساتھ ہی عاطرہ کی کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرانی گئی۔
”وہ علیکم السلام۔“ وہ اتنا ہی کہہ گئی۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ حیات سے اس کا سر مزید جھک گیا تھا۔ وہ بیڈ پر اس کے برابر میں براجمان ہو چکا تھا اور بندھو سے دیکھنے لگا۔

”خوابوں انیالوں میں تمہیں اپنے لیے سنا دیکھا ہے۔ آج میرے خوابوں کی تعبیر مل گئی ہے۔
اس کی منہری اور پتہ پڑا ہوا سر سے میری کلائی تمام کر سلو کر لڑکے کے گلن ڈالنے لگا۔ کہہ رہا تھا۔
”کونجی تم خوش ہو نا؟“ اس کی ٹھوڑی کو اپنی شہادت کی انگلی سے اشارے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکتے عاطرہ زکی نے بے حد اس سے پوچھا تھا۔
”جی“ اس نے اتنا ہی کہا تھا۔ اس کی کالی بندھو آنکھوں میں اپنے لیے بے شمار محبت کی بلیکٹیں دیکھ کر اس کا حوصلہ جواب دینے لگا تھا۔
”مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے؟“ وہ نظر میں جھکائے کہنے لگی۔
”پوچھو“ وہ اسے بخور دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عاطرہ! آپ نے میرے انڈوں سے بڑھ کر میرے لیے کیوں کیا؟“ آنکھوں سے نکل روایں تھے، بھٹکی آنکھوں والی لڑکی نے عاطرہ کی کد کو جھجھوڑا لیا تھا۔ وہ انکھوں سے اس کے آنسو پھینکے لگا۔
”تم نہیں رو نا میری جان۔ رشتے خون کے نہیں احساس کے ہوتے ہیں۔ تمہارے ساتھ میرا احساس کا رشتہ ہے۔ میری اور وہی کب محبت میں بدلی مجھے احساس نہیں ہوا۔ میں خود اپنی اس تہہ کی برسر سے حیران ہوں۔ اب تم رو نا نہیں۔“ وہ شدت جذبات سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھامے کو بایا۔
”کہاں کھو گئیں؟“ عاطرہ زکی نے اسے ارد گرد سے بے نیاز ہوتے دیکھ کر کہا تھا۔
”کہیں بھی نہیں۔“ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔
”عاطرہ! آپ مجھے بے حد اچھے لگتے ہیں۔ آپ کے ذہن کی میں آ جانے سے زندگی سہل ہو گئی ہے۔“ وہ مسرور ہو کر بتانے لگی۔

”روڈل آنے سے پہلے ہی M.com کی تیاری شروع کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے تمام ہجے کلیر ہوں گے۔“
وہ محبت سے اس کے ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔
”کیا واقعی؟“ وہ خیر لگا ہوں سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔
”جی میری زندگی۔“ اس نے اسے خود سے قریب کیا تھا۔

”آپ مجھے بے حد بے انتہا اچھے لگتے ہیں۔“ وہ اس کے شانے پر سر رکھنے دل کی بات کہہ گئی تھی۔
”تم بھی مجھے بے حد اچھی لگتی ہو۔“ اس نے نہایت محبت سے اس کے بال منڈا رہے تھے۔ عمر بھرا سے خوش رکھنے کا جھک کر اس کی کچھ پٹائی پر اپنی محبت کی ہر محبت کی تھی۔ خیر رضا نے نہایت عقیدت سے اپنے ہمسفر کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے وارثی دیکھ کر وہ جھینپ گئی تھی۔ وہ مطمئن تھی کہ عاطرہ زکی کی ہر ایسی میں زندگی نہایت پر مسرت اور خوب مسرت ہوگی۔

☆